لباس کے شرعی اصول

جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثانی

فہرست مضامین !

http://www.nazmay.com

تمہید

موجودہ دور کا پرو پیگنڈہ

ہر لباس اپنا اثر رکھتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جبہ کا اثر

آج کل کا ایک اور پرو پیگنڈہ

ظاہر اور باطن دونوں مطلوب ہیں

ایک خوبصورت مثال

دنیاوی کاموں میں ظاہر بھی مطلوب ہے

یہ شیطان کا دھوکہ ہے

شریعت نے کوئی لباس مخصوص نہیں کیا

لباس کے چار بنیادی اصول

لباس کا پہلا بنیادی مقصد

لباس کے تین عیب

آج کل کا ننگا پہناوا

خواتین ان اعضاء کو چھپائیں

گناہوں کے برے نتائج

قرب قیامت میں خواتین کی حالت

کھلم کھلا گناہ کرنے والے

سوسائٹی کو چھوڑ دو

نصیحت آموز واقعہ

قرآن کریم فرماتا ہے کہ

ہم بیک ورڈ ہی سہی

یہ طعنے مسلمان کے لئے مبارک ہیں

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا رشا ہے کہ

لباس کا دوسرا مقصد

اپنا دل خوش کرنے کیلئے قیمتی لباس پہننا

مالدار کو اچھے کپڑے پہننا چاہئے

حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا قیمتی لباس پہننا

آسائش اور دکھاوا جائز نہیں

یہاں شیخ کی ضرورت

اسراف اور تکبر سے بچیئے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا بڑا اصول ارشاد ہے کہ

من بھاتا کھاؤ، من بھاتا پہنو

خواتین اور فیشن پرستی

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کا ایک واقعہ

دوسرے کا دل خوش کرنا

لباس کے بارے میں تیسرا اصول

تشبہ کی حقیقت

گلے میں زنار ڈالنا

ماتھے پر قشقہ لگانا

پتلون پہننا

تشبہ اور مشابہت میں فرق

حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا مشابہت سے دور رہنے کا اہتمام

مشرکین کی مخالفت کرو

مسلمان ایک ممتاز قوم ہے

یہ بے غیرتی کی بات ہے

تم اپنا سب کچھ بدل ڈالو لیکن

اقبال مرحوم کا مغربی زندگی پر تبصرہ

تشبہ اور مشابہت دونوں سے بچو

لباس کے بارے میں چوتھا اصول

ٹخنے چھپانا جائز نہیں

ٹخنے چھپانا تکبر کی علامت ہے

انگریز کے کہنے پر گھٹنے بھی کھول دیئے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ

اگر دل میں تکبر نہ ہو تو کیا اس کی اجازت ہوگی؟

علماء محققین کا صحیح قول

سفید رنگ کے کپڑے پسندیدہ ہیں

حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا سرخ دھاری دار کپڑے پہننا

خالص سرخ مرد کے لئے جائز نہیں

آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا سبز کپڑے پہننا

آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے عمامے کے رنگ

آستین کہاں تک ہونی چاہئے۔

اختتام

تمہید!

جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اسلام کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہیں لہذا ان کا تعلق ہماری معاشرت اور رہن سہن کے ہر حصے سے ہے زندگی کا کوئی گوشہ اسلام کی تعلیمات سے خالی نہیں۔لباس بھی زندگی کے گوشوں میں سے اہم گوشہ ہے۔اس لئے قرآن وسنت نے اس کے بارے میں بھی تفصیلی ہدایات دی ہیں۔

موجودہ دور کا پروپیگنڈہ!

آجکل ہمارے دور میں یہ پروپیگنڈہ بڑی کثرت سے کیا گیا ہے کہ لباس تو ایسی چیز ہے جس کا ہر قوم اور ہر وطن کے حالات سے تعلق ہوتا ہے۔اس لئے آدمی اگر اپنی مرضی اور ماحول کے مطابق کوئی لباس اختیار کر لے تو اس کے بارے میں شریعت کو بیچ میں لانا اور شریعت کے احکام سننا تنگ نظری کی بات ہے۔اور یہ جملہ تو لوگوں سے بکثرت سننے میں آتا ہے کہ ان مولویوں نے اپنی طرف سے قیدیں شرطیں لگا دی ہیں ورنہ دین میں تو بڑی آسانی ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے تو دین میں اتنی پابندیاں نہیں لگائی ہیں مگر ان ملاؤں نے اپنی طرف سے گھڑ کر یہ پابندیاں عائد کر رکھی ہیں اور یہ ان ملاؤں کی تنگ نظری کی دلیل ہے۔اور اس تنگ نظری کے نتیجے میں انہوں نے خود بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ رکھا ہے اور دوسروں سے بھی چھڑا رکھا ہے۔

ہر لباس اپنا اثر رکھتا ہے!

خوب سمجھ لیجئے! لباس کا معاملہ اتنا سادہ اور اتنا آسان نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے لباس پہنتا رہے اس لباس کی وجہ سے اس کے دین پر اس کے اخلاق پر اس کی زندگی پر اس کے طرز عمل پر کوئی اثر واقع نہ ہو۔یہ ایک مسلم حقیقت ہے اس کو شریعت نے تو ہمیشہ بیان فرمایا،اور اب نفسیات اور سائنس کے ماہرین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ انسان کے لباس کا اسکی زندگی پر اس کے اخلاق پر اس کے کردار پر بڑا اثر واقع ہوتا ہے۔لباس محض ایک کپڑا نہیں ہے جو انسان نے اٹھا کر پہن لیا بلکہ یہ لباس انسان کے طرز فکر پر اس کی سوچ پر اس کی ذہنیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔اسلئے اس لباس کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ پر جبہ کا اثر!

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے اس وقت ایک بہت شاندار جبہ پہنے ہوئے تھے،جب خطبہ سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے تو جا کر اس جبہ کو اتار دیا اور فرمایا کہ میں آئندہ اس جبہ کو نہیں پہنوں گا،اس لئے کہ اس جبہ کو پہننے سے میرے دل میں بڑائی اور تکبر کا احساس پیدا ہو گیا،اس لئے میں آئندہ اس کو نہیں پہنوں گا۔حالانکہ وہ جبہ بذات خود ایسی چیز

نہیں تھی جوحرام ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ جن حضرات کی طبیعتوں کوآ ئینے کی طرح شفاف بناتے ہیں ان کو ذرا ذرا سی باتیں بھی بری لگتی ہیں ۔اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے ایک کپڑا داغ دار ہے اور اس کپڑے پر ہر جگہ دھبے ہی دھبے لگے ہوئے ہیں اس کے بعد اس کپڑے پر ایک داغ اور لگ جائے تو اس کپڑے پر کوئی اثر ظاہر نہ ہوگا۔ ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہمارا سینہ داغوں اور دھبوں سے بھرا ہوا ہے ۔اس لئے اگر خلاف شریعت کوئی بات ہو جاتی ہے تو اس کی ظلمت اور اس کی تاریکی اور اس کے وبال کا احساس نہیں ہوتا لیکن جن حضرات کے سینوں کو اللہ تعالی آئینے کی طرح شفاف بناتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سفید صاف شفاف کپڑا ہو اس پر اگر ذرا سا بھی داغ لگ جائے تو وہ داغ بہت نمایاں نظر آئے گا ،اسی طرح اللہ والوں کے دل صاف شفاف ہوتے ہیں ان پر ذرا سی بھی چھینٹ پڑ جائے تو ان کو نا گوار ہوتی ہے ۔تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ لباس کا اثر انسان کے اخلاق وکردار پر اس کی زندگی پر بھی پڑتا ہے اس لئے لباس کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور لباس کے بارے میں شریعت کے جو اصول ہیں وسمجھ لینا چاہئیں اور ان کی پیروی کرنی بھی ضروری ہے ۔

آج کل کا ایک اور پروپیگنڈہ !

آج کل یہ جملہ بھی بہت کثرت سے سننے میں آتا ہے کہ اس ظاہری لباس میں کیا رکھا ہے دل صاف ہونا چاہئے اور ہمارا دل صاف ہے ہماری نیت اچھی ہے اللہ تعالی کے ساتھ ہمارا تعلق قائم ہے سارے کام تو ہم ٹھیک کر رہے ہیں اب اگر ذرا سا لباس بدل دیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ کیونکہ دین ظاہر کا نام نہیں بلکہ باطن کا نام ہے دین جسم کا نام نہیں بلکہ روح کا نام ہے شریعت کی روح دیکھنی چاہئے دین کی روح کو سمجھنا چاہئے آج کل اس قسم کے جملے بہت کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں اور پھیلائے جا رہے ہیں اور فیشن بن گئے ہیں ۔

ظاہر اور باطن دونوں مطلوب ہیں !

خوب یاد رکھئے ! دین کے احکام روح پر بھی ہیں اور جسم پر بھی ہیں باطن پر بھی ہیں اور ظاہر پر بھی ہیں قرآن کریم کا ارشاد ہے ! یعنی ظاہر کے گناہ بھی چھوڑ و اور باطن کے گناہ بھی چھوڑ و صرف یہ نہیں کہ باطن کے گناہ چھوڑ و خوب یاد رکھئے ! جب ظاہر خراب ہے تو پھر یہ شیطان کا دھوکہ ہے کہ باطن ٹھیک ہے اس لئے کہ ظاہر اسی وقت خراب ہوتا ہے جب اندر سے باطن خراب ہوتا ہے اگر باطن خراب نہ ہو تو ظاہر بھی خراب نہیں ہوگا ۔

ایک خوبصورت مثال !

ہمارے ایک بزرگ ایک مثال دیا کرتے تھے کہ جب کوئی پھل اندر سے سڑ جاتا ہے تو اس کے سڑنے کے آثار چھلکے پر داغ کی شکل میں نظر آنے لگتے ہیں اور اگر اندر سے وہ پھل سڑا ہوا نہیں ہے تو چھلکے پر کبھی خرابی نظر نہیں آئیگی چھلکے پر اسی وقت خرابی ظاہر ہوتی ہے جب اندر سے خراب ہو۔اسی طرح جس شخص کا ظاہر خراب ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ باطن میں بھی کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہے ورنہ ظاہر خراب ہوتا ہی نہیں ۔لہذا یہ کہنا کہ ہمارا ظاہر اگر خراب ہے تو کیا ہوا؟ باطن ٹھیک ہے یاد رکھئے ! اس صورت میں باطن کبھی ٹھیک ہو ہی نہیں سکتا ۔

دنیاوی کاموں میں ظاہر بھی مطلوب ہے!

دنیا کے سارے کاموں میں تو ظاہر بھی مطلوب ہے اور باطن بھی مطلوب ہے ایک بیچارا دین ہی ایسا رہ گیا ہے جس کے بارے یں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ہمیں اس کا باطن چاہئے ظاہر نہیں چاہئے، مثلاً دنیا کے اندر جب آپ مکان بناتے ہیں تو مکان کا باطن تو یہ ہے کہ چار دیواری کھڑی کر کے اوپر سے چھت ڈال دی تو باطن حاصل ہو گیا، اب اس پلاستر کی کیا ضرورت ہے اور رنگ و روغن کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے کہ مکان کی روح تو حاصل ہو گئی ہے وہ مکان رہنے کے قابل ہو گیا۔ مگر مکان کے اندر تو یہ فکر ہے کہ صرف چار دیواری اور چھت کافی نہیں۔ بلکہ پلاستر بھی ہو رنگ و روغن بھی ہو اس میں زیب و زینت کا سارا سامان موجود ہو یہاں کبھی صرف باطن ٹھیک کر لینے کا فلسفہ نہیں چلتا۔ یا مثلاً گاڑی ہے ایک اس کا باطن ہے اور ایک ظاہر ہے گاڑی کا باطن یہ ہے کہ ایک ڈھانچہ لے کر اس میں انجن لگا لو تو باطن حاصل ہے اسلئے کہ انجن لگا ہوا ہے وہ سواری کرنے کے قابل ہے لہذا اب نہ باڈی کی ضرورت ہے نہ رنگ و روغن کی ضرورت ہے وہاں تو کسی شخص نے آج تک یہ نہیں کہا کہ مجھے گاڑی کا باطن حاصل ہے۔ اب ظاہر کی ضرورت نہیں بلکہ وہاں تو ظاہر بھی مطلوب ہے اور باطن بھی مطلوب ہے ایک بیچارہ دین ہی ایسا مسکین رہ گیا کہ اس میں صرف باطن مطلوب ہے اور ظاہر مطلوب نہیں۔

یہ شیطان کا دھوکہ ہے!

یاد رکھئے! یہ شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے لہذا ظاہر بھی درست کرنا ضروری ہے اور باطن بھی درست کرنا ضروری ہے چاہے لباس ہو یا آداب معاشرت ہوں اگرچہ ان سب کا تعلق ظاہر سے ہے لیکن ان سب کا بہر حال اثر باطن پر واقع ہوتا ہے اسلئے لباس کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں ان کو دین کی حقیقی فہم حاصل نہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم لباس کے بارے میں کوئی ہدایت نہ فرماتے کوئی تعلیم نہ دیتے لیکن آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے لباس کے بارے میں ہدایات دیں آپ کی تعلیمات اسی جگہ پر آتی ہیں جہاں لوگوں کے بہک جانے اور غلطی میں پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان اصولوں کو اور ان تعلیمات کو اہتمام کے ساتھ سننے کی ضرورت ہے۔

شریعت نے کوئی لباس مخصوص نہیں کیا!

شریعت نے لباس کے بارے میں بڑی معتدل تعلیمات عطا فرمائی ہیں چنانچہ شریعت نے کوئی خاص لباس مقرر کر کے اور اس کی ہیئت بتا کر یہ نہیں کہا کہ ہر آدمی کے لئے ایسا لباس پہننا ضروری ہے لہذا جو شخص اس ہیئت سے ہٹ کر لباس پہنے گا وہ مسلمانی کے خلاف ہو گا۔ ایسا اسلئے نہیں کہا کہ اسلام دین فطرت ہے اور حالات کے لحاظ سے مختلف ممالک کے لحاظ سے وہاں کے موسموں کے لحاظ سے وہاں کی ضروریات کے لحاظ سے لباس مختلف ہو سکتا ہے کہیں باریک کہیں موٹا کہیں کسی وجع کا کہیں کسی ہیئت کا لباس اختیار کرا جا سکتا ہے لیکن اسلام نے لباس کے بارے میں کچھ بنیادی اصول عطا فرما دیئے ہمیں ان اصولوں کی ہر حالت میں رعایت رکھنی ضروری ہے ان کو سمجھ لینا چاہئے۔

لباس کے چار بنیادی اصول!

جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالی نے لباس کے بنیادی اصول بتا دیئے ہیں فرمایا کہ!

اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا جو تمہاری پوشیدہ اور شرم کی چیزوں کو چھپاتا ہے اور جو تمہارے لئے زینت کا سبب بنتا ہے اور تقوی کا لباس تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔

یہ تین جملے ارشاد فرمائے اور ان تین جملوں میں اللہ تعالی نے معانی کی کائنات بھر دی ہے۔

لباس کا پہلا بنیادی مقصد!

اس آیت میں لباس کا پہلا مقصد یہ بیان فرمایا کہ وہ تمہاری پوشیدہ اور شرم کی چیزوں کو چھپا سکے۔ وہ چیز جس کے ذکر کرنے سے یا جس کے ظاہر ہونے سے انسان شرم محسوس کرے۔ اس سے مراد ہے ستر تو گویا لباس کا سب سے بنیادی مقصد ستر چھپانا ہے۔ اللہ تعالی نے مرد اور عورت کے جسم کے کچھ حصوں کو ستر قرار دیا یعنی وہ چھپانے کی چیز ہے وہ ستر مردوں میں الگ ہے اور عورتوں میں الگ ہے مردوں کا ستر کا حصہ جس کو چھپانا ہر حال میں ضروری ہے وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ہے اس حصے کو کھولنا بلا ضرورت جائز نہیں علاج وغیرہ کی مجبوری میں تو جائز ہے لیکن عام حالات میں اس کو چھپانا ضروری ہے عورت کا سارا جسم سوائے چہرے، گٹوں اور ہاتھ کے سب کا سب ستر ہے۔ جس کا چھپانا ضروری ہے اور کھولنا جائز نہیں۔

(نوٹ: عورت کا چہرہ، گٹے اور ہاتھ ستر میں داخل نہیں یعنی یہ وہ حصہ ہیں جو کہ وہ محرم مرد یعنی باپ بھائی وغیر کے سامنے کھول سکتی ہے البتہ غیر محرم (اجنبی) مردوں سے چہرے کا پردہ نہایت ضروری ہے)

لہذا لباس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ شریعت کے مقرر کئے ہوئے ستر کے حصوں کو چھپا لے جو لباس اس مقصد کو پورا نہ کرے شریعت کی نگاہ میں وہ لباس ہی نہیں وہ لباس کہلانے کا لائق ہی نہیں کیونکہ وہ لباس اپنا بنیادی مقصد پورا نہیں کر رہا ہے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے۔

لباس کے تین عیب!

لباس کے بنیادی مقصد کو پورا نہ کرنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ لباس اتنا چھوٹا ہے کہ لباس پہننے کے باوجود ستر کا کچھ حصہ کھلا رہ گیا اس لباس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ اس لباس سے اس کا بنیادی مقصد حاصل نہ ہوا اور کشف عورت (عورت چھپانے کی چیز کو کہتے ہیں) ہو گیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس لباس سے ستر کو چھپا تو لیا لیکن وہ لباس اتنا باریک ہے کہ اس سے اندر کا بدن جھلکتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ لباس اتنا چست ہے کہ لباس پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ اور جسم کا ابھار نظر آ رہا ہے یہ بھی ستر کے خلاف ہے۔ اس لئے مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ایسے کپڑے سے چھپانا ضروری ہے جو اتنا موٹا ہو کہ اندر سے جسم نہ جھلکے اور وہ اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ اندر کے اعضاء کو نمایاں نہ کرے اور اتنا مکمل ہو کہ جسم کا کوئی حصہ کھلا نہ رہ جائے اور یہی تین چیزیں عورت کے لباس میں بھی ضروی ہیں۔

آج کل کا ننگا پہناوا!

موجودہ دور یہ کے فیشن نے لباس کے اصل مقصد ہی کو مجروح کر دیا ہے اس لئے آج کل مردوں اورعورتوں میں ایسے لباس رائج ہو گئے ہیں جن میں اس کی کوئی پروانہیں کہ جسم کا کونسا حصہ کھل رہا ہے اور کونسا حصہ ڈھکا ہوا ہے حالانکہ شریعت کی نگاہ میں وہ لباس لباس ہی نہیں ۔ جوخواتین بہت باریک اور بہت چست لباس پہنتی ہیں جس کی وجہ سے کپڑا پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ دوسروں کے سامنے نمایاں ہوتی ہے ایسی خواتین کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خواتین لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی ۔

یعنی لباس پہننا ہوگا مگر ننگی ہوں گی اس لئے کہ اس کپڑے سے لباس کا وہ بنیادی مقصد حاصل نہ ہوا جس کے لئے اللہ تعالی نے لباس اتارا تھا۔آج کل خواتین میں یہ وبا اس کثرت سے پھیل چکی ہے جس کی کوئی حد نہیں شرم وحیا سے بالائے طاق ہوکر رہ گئی ہے ۔اور ایسا لباس رائج ہو گیا جو جسم کو چھپانے کے بجائے اور نمایاں کرتا ہے خدا کے لئے ہم اس بات کومحسوس کریں اور اپنے اندر فکر پیدا کریں اور اپنے گھروں میں ایسے لباس پر پابندی عائد کریں جو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ان ارشادات کے خلاف ہو۔اللہ تعالی اپنی رحمت سے ہمارے دلوں میں یہ احساس اور فکر پیدا فرمائے ۔آمین

خواتین اس اعضاء کو چھپائیں !

ہمارے حضرت ڈاکٹرعبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے آمین شاید ہی آپ کو کوئی جمعہ ایسا جاتا ہو جس میں اس پہلو کی طرف متوجہ نہ فرماتے ہوں فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو فتنے آج کل عام رواج پا گئے ہیں ۔ان کو کسی طرح ختم کر وخواتین اس حالت میں مجمع عام کے اندر جارہی ہیں کہ سر کھلا ہوا ہے بازو کھلے ہوئے ہیں سینہ کھلا ہوا ہے پیٹ کھلا ہوا ہے حالانکہ ستر کا حکم یہ ہے کہ مرد کے لئے مرد کے سامنے ستر کھولنا بھی جائز نہیں اورعورت کے لئے عورت کے سامنے ستر کھولنا جائز نہیں مثلاً اگر کسی عورت نے ایسا لباس پہن لیا جس میں سینہ کھلا ہوا ہے پیٹ کھلا ہوا ہے بازو کھلے ہوئے ہیں تو اس عورت کو اس حالت میں دوسری عورتوں کے سامنے آنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ اس حالت میں مردوں کے سامنے آئے اس لئے کہ یہ اعضاء اس کے ستر کا حصہ ہیں ۔

گناہوں کے برے نتائج !

آج کل کی شادی کی تقریبات میں جا کر دیکھئے وہاں کیا حال ہورہا ہے خواتین بے حیائی کے ساتھ ایسے لباس پہن کر مردوں کے سامنے آجاتی ہیں یہ اللہ تعالی کے عذاب کو دعوت دینے والی بات نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ڈنکے کی چوٹ ،سینہ تان کر اور ڈھٹائی کے ساتھ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ارشادات کی ایسی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوگی تو اس کے بارے میں ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ در حقیقت ان فتنوں نے ہمارے اوپر یہ عذاب مسلط کر رکھا ہے یہ بدامنی اور بے چینی جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ کسی انسان کی جان و مال محفوظ نہیں ہے، در حقیقت ہماری ان ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے !یعنی جو کچھ تمہیں برائی پہنچتی ہے وہ سب تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے پہنچتی ہے اور بہت سے گناہ تو اللہ تعالی معاف ہی فرما دیتے ہیں اور ان پر پکڑ نہیں فرماتے ہیں ۔خدا کے لئے اپنے گھروں سے اس فتنے کو دور کریں ۔

قرب قیامت میں خواتین کی حالت!

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اس زمانے کا ایک ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ اگر آج کا زمانہ کسی نے نہ دیکھا ہوتا تو وہ شخص حیران ہو جاتا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ اور آپ نے اس طرح نقشہ کھینچا جس طرح کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے موجودہ دور کی خواتین کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا ہو اس لئے کہ اس زمانے میں اس کا تصور بھی مشکل تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ قیامت کے قریب عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی اور ان کے سروں کے بال ایسے ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کے کوہان ہوتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جس زمانے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی اس زمانے میں اس قسم کے بالوں کا کوئی رواج نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شراح حدیث نے اس پر کلام کیا ہے کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح بال کس طرح ہو سکتے ہیں؟ لیکن آج کے جدید فیشن نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی پیشن گوئی کو پورا کر دیا اور ایسا لگتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے آج کی عورتوں کو دیکھ کر یہ بات ارشاد فرمائی ہو آگے ارشاد فرمایا کہ! یعنی وہ عورتیں اپنے لباس سے اپنے انداز سے اپنے زیب و زینت اور اپنے بناؤ سنگار سے دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ خدا کے لئے اس بات کو ذہن نشین کیجئے کہ یہ جو کچھ فتنے اور مصائب اور بدامنی اور بے چینی ہے یہ حقیقت میں اس بات کا نتیجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے احکام کی کھلم کھلا بغاوت ہو رہی ہے۔

کھلم کھلا گناہ کرنے والے!

ایک بات اور سمجھئے کہ گناہوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک گناہ وہ ہے جو انسان چوری چھپے تنہائی میں کر رہا ہے علی الاعلان دوسروں کے سامنے نہیں کر رہا ہے اور کبھی کبھی اس کو گناہوں پر شرمندگی اور ندامت بھی ہو جاتی ہے اور توبہ کی بھی توفیق ہو جاتی ہے۔ لیکن دوسرا شخص علی الاعلان اور کھلم کھلا دوسروں کے سامنے گناہ کر رہا ہے اور اس پر فخر بھی کر رہا ہے کہ میں نے یہ گناہ کیا یہ بڑی خطرناک بات ہے ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ! یعنی میری امت میں جتنے گناہ کرنے والے ہیں سب کی مغفرت کی توقع ہے انشاء اللہ سب کی معافی ہو جائے گی یا تو توبہ کی توفیق ہو جائے گی یا اللہ تعالی ویسے ہی معاف فرمادیں گ لیکن وہ لوگ جو ڈنکے کی چوٹ پر کھلم کھلا علانیہ گناہ کرنے والے ہوں اور اس گناہ پر کبھی شرمندہ نہ ہوتے ہوں گے بلکہ اس گناہ پر فخر کرتے ہوں گے اور بلکہ اس گناہ کو ثواب سمجھ کر کرتے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ درست ہے اور اگر ان کو سمجھایا جائے تو اس پر بحث کرنے اور مناظرہ کرنے کو تیار ہو جاتے ہوں گے۔ اور کہتے ہوں گے کہ اس میں کیا حرج ہے؟ کیا ہم زمانے سے کٹ جائیں؟ کیا ہم دقیانوس ہو کر بیٹھ جائیں؟ اور ساری دنیا کے طعنے ہم اپنے سر لے لیں؟ کیا سوسائیٹی سے کٹ کر بیٹھ جائیں؟ ایسے لوگوں کی مغفرت نہیں ہوگی۔

سوسائٹی کو چھوڑ دو!

ارے یہ تو دیکھو کہ اگر سوسائٹی سے کٹ کر اللہ کے ہو جاؤ گے تو یہ کونسا مہنگا سودا ہے؟ ذرا غور تو کرو کہ یہ سوسائٹی کب تک تمہارا ساتھ دے گی؟ تمہیں کہاں تک لے جائے گی؟ یاد رکھو کہ قبر میں جانے کے بعد تمہارے اعمال کے سوا کوئی تمہارا ساتھی نہیں ہوگا اس وقت تم اپنی سوسائٹی کو مدد کے لئے پکارنا کہ تمہاری وجہ سے ہم یہ کام کر رہے تھے اب آ کر ہماری مدد کرو کیا اس وقت تمہاری سوسائٹی کے افراد میں سے کوئی آ کر تمہاری مدد کرے گا؟ اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا سکے گا؟ اس وقت کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ!

یعنی اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تمہارا ولی اور مددگار نہیں ہوگا جو تمہیں عذاب سے چھڑا سکے۔

نصیحت آموز واقعہ!

قرآن کریم نے سورہ صافات میں ایک شخص کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس شخص کو جب جنت میں پہنچا دیں گے اور جنت کی ساری نعمتیں عطا فرما دیں گے اس وقت اس کو اپنے ساتھی اور دوست کا خیال آئے گا کہ معلوم نہیں اس کا کیا حال ہے؟ اس لئے کہ وہ دنیا کے اندر مجھے غلط کاموں پر اکسایا کرتا تھا اور مجھ سے بحث کیا کرتا تھا کہ آج کل کے حالات ایسے ہیں ماحول ایسا ہے سوسائٹی کے یہ تقاضے ہیں وقت کے تقاضے یہ ہیں وغیرہ تو ایسی باتیں کر کے مجھے ورغلایا کرتا تھا، اب ذرا اس کو میں دیکھوں تو وہ کس حال میں ہے؟ چنانچہ وہ اس کو دیکھنے کے لئے جہنم کے اندر جھانکے گا

قرآن کریم فرماتا ہے کہ!

وجب وہ اس کو دیکھنے کے لئے جہنم کے اندر جھانکے گا تو اس ساتھی کو جہنم کے بیچوں بیچ دیکھے گا اور پھر اس کو مخاطب ہو کر اس سے کہے گا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے مجھے ہلاک ہی کر دیا تھا یعنی اگر میں تیرے کہنے میں آجاتا تیری بات مان لیتا اور تیری اتباع کرتا تو آج میرا بھی یہی حشر ہونا تھا جو حشر تیرا ہو رہا ہے اور اگر میرے ساتھ میرے رب کا فضل اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو مجھے بھی اسی طرح دھر لیا گیا ہوتا جس طرح آج تجھے دھر لیا گیا ہے۔

ہم بیک ورڈ ہی سہی!

بہرحال! اس سوسائٹی کے تقاضے یہاں پر تو بڑے خوش نما لگتے ہیں لیکن اگر اس بات پر ایمان ہے کہ ایک دن مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور جنت اور جہنم بھی کوئی چیز ہے تو پھر خدا کے لئے اس سوسائٹی کی باتوں کو چھوڑ و اس کے ڈر اور خوف کو چھوڑ و اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے احکام کی طرف آؤ۔ اور یہ سوسائٹی تمہیں جو طعنے دیتی ہے ان طعنوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو اگر سوسائٹی یہ کہتی ہے کہ تم رجعت پسند ہو تم دقیانوس ہو تم بیک ورڈ ہو تم زمانے کے ساتھ چلنا نہیں جانتے تو ایک مرتبہ اس سوسائٹی کو ٹھوکر اور کمر کس کر یہ جواب دے دو کہ ہم ایسے ہی ہیں تم اگر ہمارے ساتھ تعلق رکھنا چاہتے ہو رکھو نہیں رکھنا چاہتے تو مت رکھو۔ جب تک ایک مرتبہ یہ نہیں کہو گے اس وقت تک یاد رکھو! یہ سوسائٹی تمہیں جہنم کی طرف لے جاتی رہے گی۔

یہ طعنے مسلمان کے لئے مبارک ہیں!

حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی یہ طعنے دیئے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو بھی یہ طعنے دیئے گئے اور جو شخص بھی دین پر چلنا چاہتا ہے اس کو یہ طعنے دیئے جاتے ہیں لیکن جب تک ان طعنوں کو اپنے لئے باعث فخر نہیں قرار دو گے یاد رکھو! اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا رشا ہے کہ!

اللہ کی یاد اور ذکر اس حد تک کرو کہ لوگ تمہیں پاگل کہنے لگیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سوسائٹی ایک طرف جارہی ہے زمانہ ایک طرف جارہا ہے اب تم اس کے بہاؤ پر بہنے کے بجائے اس کے بھاؤ کا رخ موڑنے کی کوشش کرو تو لوگ تمہیں پاگل کہیں گے چنانچہ آج اگر کوئی شخص دیانتداری اور امانت داری سے کوئی کام کرتا ہے تو لوگ اس کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہے اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ مثلاً آج اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں رشوت نہ لوں رشوت نہ دوں سود نہ کھاؤں حرام کاموں سے اجتناب کروں اور لباس کے معاملے میں اللہ تعالی کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کروں تو اس وقت سوسائٹی تمہیں یہ کہے کہ تم پاگل ہو تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے تو یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی طرف سے بشارت ہے اور تمہارے لئے باعث فخر کلمہ ہے اور یہ وہ لقب ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے تمہیں دیا ہے۔ لہذا جس دن تمہیں دین کی وجہ سے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ یہ پاگل ہے اس دن خوشی مناؤ اور دو رکعت شکرانہ کی نفل ادا کرو کہ اللہ تعالی نے آج تمہیں اس مقام تک پہنچا دیا جو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ایک مؤمن کے لئے فرمایا تھا اس لئے اس سے ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے خوب کہا کہ!

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

لہذا اگر ساری دنیا کے خفا ہونے کے نتیجے میں اللہ تعالی سے تمہارا تعلق جڑ جائے تو کیا یہ مہنگا سودا ہے؟ یہ دنیاوی زندگی معلوم نہیں کتنے دن کی زندگی ہے یہ باتیں اور یہ طعنے سب ختم ہو کر رہ جائیں گے اور جس دن تمہاری آنکھ بند ہوگی اور وہاں تمہارا استقبال ہوگا اس وقت تم دیکھنا کہ ان طعنہ دینے والوں کا کیا حشر ہوگا ور یہ طعنے دینے والے جو آج تم پر ہنس رہے ہیں قیامت کے دن یہ ہنسنے والے روئیں گے اور تم ان پر ہنسا کرو گے۔ لہذا ان سوسائٹی والوں سے کب تک صلح کرو گے کب تک ان کیسامنے ہتھیار ڈالتے رہو گے کب تک تم ان کے پیچھے چلو گے۔ لہذا جب تک ایک مرتبہ ہمت کرے کے ارادہ نہیں کرو گے۔ اس وقت تک چھٹکارا نہیں ملے گا اور برہنگی کے لباس کا جو رواج چل پڑا ہے۔ ایک مرتبہ عزم کر کے اس کو ختم کرو اللہ تعالی ہم سب کو اس کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے آمین۔ بہرحال اللہ تعالی نے لباس کا پہلا مقصد بیان فرمایا ہے وہ ہے ستر عورت جو لباس ساتر نہیں وہ حقیقت میں لباس ہی نہیں وہ برہنگی ہے۔

لباس کا دوسرا مقصد!

لباس کا دوسرا مقصد اللہ تعالی نے یہ بیان فرمایا کہ ''ریشا'' یعنی ہم نے اس لباس کو تمہارے لئے زینت کی چیز اور خوبصورتی کی چیز بنائی ایک انسان کی خوبصورتی لباس میں ہے لہذا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جسے دیکھ کر انسان کو فرحت ہو بد ہیئت اور بے ڈھنگا نہ ہو جس کو دیکھ کر دوسروں کو نفرت اور

کراہت ہو بلکہ ایسا ہونا چاہئے جس کو پہن کر زینت کا فائدہ حاصل ہو سکے۔

اپنا دل خوش کرنے کیلئے قیمتی لباس پہننا!

بعض اوقات دل میں یہ اشتباہ رہتا ہے کہ کیسا لباس پہنیں؟ اگر بہت قیمتی لباس پہن لیا تو یہ خیال رہتا ہے کہ کہیں اسراف میں داخل نہ ہو جائے؟ اگر معمولی لباس پہنیں تو کس درجے کا پہنیں اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے درجات بلند فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ نے اس دور کے اندر ان سے ایسا عجیب کام لیا کہ آپ نے کوئی چیز پردہ اخفا کے اندر نہیں چھوڑی ہر ہر چیز کو دو اور دو چار کر کے بالکل واضح کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے چنانچہ آپ نے لباس کے بارے میں فرمایا کہ لباس ایسا ہونا چاہئے جو ساتر ہو اور ساتر ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے تھوڑا سا آسائش کا مقصد بھی حاصل ہو یعنی اس لباس کے ذریعے جسم کو راحت بھی حاصل ہو آرام بھی حاصل ہو ایسا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً پتلا لباس پہن لیا اس خیال سے کہ جسم کو آرام ملے گا اس میں کوئی حرج نہیں شرعا جائز ہے شریعت نے اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی اسی طرح اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے زیبائش کا لباس پہنے تو یہ بھی جائز ہے مثلاً ایک کپڑا دس روپے گز ہے اور دوسرا کپڑا پندرہ روپے گز مل رہا ہے اگر ایک شخص پندرہ روپے گز والا اس لئے خریدے کہ اس کے ذریعے میرے جس کو آرام ملے گا یا اس وجہ سے کہ یہ کپڑا مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے اس کو پہننے سے میرا دل خوش ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی وسعت دی ہے کہ میں دس روپے کے بجائے پندرہ روپے گز والا کپڑا پہن سکتا ہوں تو یہ اسراف میں داخل نہیں ہے اور گناہ بھی نہیں ہے بلکہ شرعا یہ بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت بھی دی ہے اور تم اپنا دل خوش کرنے کے لئے ایسا کپڑا پہن رہے ہو اس لئے جائز ہے۔

مالدار کو اچھے کپڑے پہننا چاہئے!

بلکہ جس شخص کی آمدنی اچھی ہو اس کے لئے خراب قسم کا کپڑا اور بہت گھٹیا قسم کا لباس پہننا کوئی پسندیدہ بات نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیکھا کہ وہ صاحب بہت بد ہیئت قسم کا پرانا لباس پہنے ہوئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان صاحب سے پوچھا! تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پوچھا کہ تیرے پاس کس قسم کا مال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہے یعنی اونٹ بکریاں گھوڑے اور غلام سب ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو اس کے انعامات کا کچھ اثر تمہارے لباس سے بھی ظاہر ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تو سب کچھ دے رکھا ہے لیکن فقیر اور گداگر کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئیں ہے یہ تو ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آرام کی خاطر اور اپنی آسائش یا زیبائش کی خاطر کوئی شخص اچھا اور قیمتی لباس پہن لے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں جائز ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ عیہ والہ وسلم کا قیمتی لباس پہننا!

میں تو یہ کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں یہ بات جو مشہور ہو گئی کہ کالی کملی والے اس بات کو ہمارے شاعروں نے

بہت مشہور کر دیا یہ بات صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی زیادہ حیات طیبہ سادگی کی حالت میں بسر ہوئی لیکن آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے بارے میں جس طرح یہ منقول ہے کہ آپ موٹا کپڑا زیب تن فرماتے تھے اور جہاں یہ منقول ہے کہ آپ نے موٹی چادریں استعمال فرمائیں اسی طرح آپ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ایک جبہ زیب تن فرمایا جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا ہر عمل شریعت کا حصہ بنتا تھا اس لئے ہم جیسے کمزوروں کے لئے یہ بھی کر کے دکھا دیا کہ اگر تم اپنی جسمانی راحت اور آسائش کے لئے کوئی قیمتی لباس پہننا چاہتے ہو تو یہ بھی جائز ہے۔

آسائش اور دکھاوا جائز نہیں!

لیکن اگر لباس پہننے سے نہ تو آسائش مقصود ہے اور نہ آرائش مقصود ہے بلکہ نمائش اور دکھاوا مقصود ہے تاکہ لوگ دیکھیں کہ ہم نے اتنا شاندار کپڑا پہنا ہوا ہے اور اتنا اعلی درجے کا لباس پہنا ہوا ہے اور یہ دکھانا مقصود ہے کہ ہم بڑی دولت والے اور بڑے پیسے والے ہیں اور دوسروں پر بڑائی جتانا اور دوسروں پر رعب جمانا مقصود ہے تو یہ سب باتیں نمائش میں داخل ہیں اور حرام ہیں اس لئے کہ نمائش کی خاطر جو بھی لباس پہنا جائے وہ حرام ہے۔

یہاں شیخ کی ضرورت!

ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے کہ اپنا دل خوش کرنا مقصود ہے یا دوسروں پر بڑائی جتانے کیلئے پہنا ہے؟ یہ فیصلہ کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔اس مقصد کے لئے کسی مصلح اور رہنما کی ضرورت پڑتی ہے۔وہ ان دونوں کے درمیان فرق کر کے بتا دیتا ہے کہ اس وقت جو کپڑے تم پہن رہے ہو اور یہ کہہ رہے ہو کہ اپنا دل خوش کرنے کے لئے پہن رہا ہوں یہ دراصل شیطان کا دھوکہ ہے حقیقت میں ان کپڑوں کے پہننے کا مقصد دوسروں پر بڑائی ظاہر کرنا ہے اور بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔بہر حال! کسی شیخ کی ضرورت ہے۔اور یہ پیری مریدی درحقیقت اسی کام کے لئے ہوتی ہے کہ اس قسم کے کاموں میں اس سے رہنمائی حاصل کی جائے کہ اس وقت میرے ساتھ یہ صورت حال ہے بتایئے کہ اس وقت ایسے کپڑے پہنوں یا نہ پہنوں؟ وہ شیخ بتاتا ہے کہ اس وقت ایسے کپڑے پہنو اور اس وقت مت پہنو۔نمائش اور آسائش میں یہ باریک فرق ہے۔دنیا کے جتنے کام ہیں چاہے وہ لباس ہو یا کھانا ہو یا جوتے ہوں یا مکان ہو ان سب میں یہ اصول کارفرما ہے جسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی نے بیان فرما دیا ہے۔یہ بڑا زرین اصول ہے۔

اسراف اور تکبر سے بچئے!

اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا بڑا اصول ارشاد ہے کہ!

یعنی جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو لیکن دو چیزوں سے پرہیز کرو! اک اسراف سے اور دوسرے تکبر سے۔مطلب یہ ہے کہ جس طرح کا کپڑا چاہو پہنو،تمہارے لئے یہ جائز ہے لیکن اسراف نہ ہو اور اسراف اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی نمائش کے لئے کپڑا پہنتا ہے اور دوسرے یہ کہ جس کپڑے کو

پہن کر تکبر پیدا ہو اس سے بچو لیکن کون سے کپڑے سے اسراف ہو گیا اور کون سے کپڑے سے تکبر پیدا ہو گیا اس کے لئے کسی شیخ کی ضرورت ہوتی ہے وہ بتاتا ہے کہ یہاں تکبر ہو گیا اور یا اسراف ہو گیا۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ لباس کا دوسرا مقصد ہے زینت لیکن اس زینت کی حدود ہیں بس ان حدود شریعت کے اندر رہ کر جتنی زینت کر سکتے ہو اس کو اختیار کر لو لیکن اگر ان حدود سے باہر نکل کر زینت اختیار کرو گے تو یہ حرام ہو گی اور ناجائز ہو گی۔

فیشن کے پیچھے نہ چلیں!

آج کل عجیب مزاج بن گیا ہے کہ اپنی پسند یا ناپسند کا کوئی معیار نہیں بس جو فیشن چل گیا وہ پسند ہے اور جو چیز فیشن سے باہر ہو گئی وہ ناپسند ہے ایک زمانے میں ایک چیز کا فیشن چل رہا ہے تو اب اس کو پسند کیا جانے لگا اور اس کی تعریف کی جانے لگی کہ یہ بہت اچھی چیز ہے اور جب اس کا فیشن نکل گیا تو اب اسی کی برائی شروع ہو گئی مثلاً ایک زمانے میں لمبی اور نیچی قمیص کا فیشن چل گیا تو اب جس کو بھی دیکھو وہ لمبی قمیص پہن رہا ہے اور اس کے فضائل بیان کر رہا ہے اور اس کی تعریف کر رہا ہے کہ یہ بہت اچھی چیز ہے اور جب اونچی قمیص پہننے کا فیشن چل پڑا تو اب اونچی قمیص کی تعریف ہو رہی ہے اور اس کو پسندیدہ قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ فیشن کے تابع ہو کر خوبصورتی اور بدصورتی کا تعین صحیح نہیں بلکہ اپنے آپ کو جو چیز اچھی لگے اور اپنے خیال کو جو چیز خوبصورت لگے اس کو پہننے کی شریعت کی طرف سے اجازت ہے۔

من بھاتا کھاؤ، من بھاتا پہنو!

ہمارے ہاں ہندی میں ایک مقولہ مشہور تھا کہ کھائے من بھاتا اور پہنے جگ بھاتا یعنی کھائے تو وہ چیز جو اپنے من کو بھائے اپنے دل کو اچھی لگے اپنا دل اس سے خوش ہو اور اپنے آپ کو پسند ہو لیکن لباس وہ پہنے جو جگ کو بھائے۔ جگ سے مراد زمانہ ہے یعنی جو زمانے کے لوگوں کو پسند ہو زمانے کے لوگ جس کو پسند کریں اور ان کی آنکھوں کو اچھا لگے یہ کہاوت مشہور ہے لیکن یہ اسلامی اصول نہیں اسلامی اصول یہ ہے کہ پہنے بھی من بھاتا اور کھائے بھی من بھاتا اور جگ بھاتا والی بات نہ لباس میں درست ہے اور نہ کھانے میں درست ہے بلکہ شریعت نے تو یہ کہا ہے کہ اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے حدود شریعت میں رہتے ہوئے جو بھی لباس استعمال کرو وہ جائز ہے لیکن فیشن کی اتباع میں لوگوں کو دکھانے کے لئے اور نمائش کے لئے کوئی لباس استعمال کر رہے ہو تو ہو جائز نہیں۔

خواتین اور فیشن پرستی!

اس معاملے میں آج کل خاص طور پر خواتین کا مزاج قابل اصلاح ہے۔ خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ لباس اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے ہے اس لئے لباس پہن کر اپنے دل کو خوش کرنے کا معاملہ بعد کا ہے اصل یہ ہے کہ دیکھنے والے اس لباس کو دیکھ کر اس کو فیشن کے مطابق قرار دیں اور اس کی تعریف کریں اور ہمارا لباس دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ بڑے لوگ ہیں۔ یہ باتیں عورتوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ عورتیں اپنے گھر میں اپنے شوہروں کے سامنے تو میلی کچیلی رہیں گی اور اچھا لباس پہننے کا خیال بھی نہیں آئے گا لیکن جہاں کہیں گھر سے باہر نکلنے کی نوبت آ گئی یا کسی تقریب میں شرکت کی نوبت آ گئی تو پھر اس کے لئے اس بات کا اہتمام کیا جا رہا ہے کہ وہ لباس فیشن کے مطابق ہو اور اس کے پہننے کے نتیجے میں وہ

لوگ ہمیں دولت مند سمجھیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ایک لباس ایک تقریب کے اندر پہن لیا تو اب وہ لباس دوسری تقریب کے اندر نہیں پہنا جا سکتا اب وہ لباس حرام ہو گیا، اس لئے کہ اگر وہی لباس پہن کر دوسری تقریب میں چلے گئے تو دوسری خواتین یہ سمجھیں گی کہ ان کے پاس تو ایک ہی جوڑا ہے سب جگہ وہی ایک جوڑا پہنکر آ جاتی ہیں جس کی وجہ سے ہماری بے عزتی ہو جائے گی درحقیقت ان باتوں کے پس پردہ نمائش کا جذبہ ہے اور یہ نمائش کا جذبہ ممنوع ہے البتہ نمائش کے ارادے اور اہتمام کے بغیر کوئی خاتون اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے آج ایک جوڑا پہن لے اور کل کو دوسرا جوڑا پہن لے اور اللہ تعالی نے عطا بھی فرمایا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالی اور نئے جوڑے!

ہمارے بزرگوں میں بھی ایسے لوگ گزرے ہیں جو بہت اچھا اور عمدہ لباس پہنا کرتے تھے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالی کا نام آپ نے سنا ہوگا، جو بڑے درجے کے امام گزرے ہیں مدینہ طیبہ کے رہنے والے امام دار الھجرۃ ان کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا کہ وہ ہر روز ایک نیا جوڑا پہنا کرتے تھے گویا کہ ان کے لئے سال میں تین سو ساٹھ جوڑے بنتے تھے اور جو جوڑا ایک دن پہنا وہ دوبارہ بدن پر نہیں آتا تھا، دوسرے دن دوسرا جوڑا تیسرے دن تیسرا جوڑا۔ کسی کو خیال آیا کہ ہر روز نیا جوڑا پہننا تو اسراف ہے چنانچہ اس نے آپ سے کہا کہ حضرت یہ روزانہ نیا جوڑا پہننا تو اسراف میں داخل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کیا کروں بات دراصل یہ ہے کہ جب سال شروع ہوتا ہے تو میرا ایک دوست تین سو ساٹھ جوڑے سلوا کر میرے گھر لے آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ آپ کا روز کا ایک جوڑا ہے اب میں نے خود سے تو اس بات کا اہتمام نہیں کیا کہ روزانہ ایک نیا جوڑا پہنوں اگر میں ان جوڑوں کو واپس کر دوں تو اس کی دل شکنی ہوتی ہے اور اگر نہ پہنوں تو بھی اس کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کا ہدیہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ میں روزانہ نیا جوڑا پہنوں اس لئے میں روزانہ ایک جوڑا بدلتا ہوں اور اس کو اتارنے کے بعد کسی مستحق کو دے دیتا ہوں جس کی وجہ سے بہت سے اللہ کے بندوں کا بھلا ہو جاتا ہے۔ بہر حال! ان کا روزانہ نیا جوڑا پہننا دکھاوے کے لئے نہیں تھا بلکہ جس نے ہدیہ دیا تھا اس کا دل خوش کرنے کی خاطر تھا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کا ایک واقعہ!

ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ یاد آ گیا یہ واقعہ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالی سے سنا ہے بڑا سبق آموز واقعہ ہے وہ یہ کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالی کی دو اہلیہ تھیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی دونوں کو حضرت والا سے بہت تعلق تھا، لیکن بڑی پیرانی صاحبہ پرانے وقتوں کی تھیں اور حضرت والا کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی فکر میں رہتی تھیں عید آنے والی تھی بڑی پیرانی صاحبہ کے دل میں خیال آیا کہ حضرت والا کے لئے کسی عمدہ اور اچھے کپڑے کا اچکن بنایا جائے۔ اس زمانے میں ایک کپڑا چلا کرتا تھا، یہ بڑا شوخ قسم کا کپڑا ہوتا تھا اب حضرت والا سے پوچھے بغیر کپڑا خرید کر اس کا اچکن سینا شروع کر دیا اور حضرت والا کو اس خیال سے نہیں بتایا کہ اچکن سلنے کے بعد جب اچانک میں ان کو پیش کروں گی تو اچانک ملنے سے خوشی زیادہ ہوگی اور سارا رمضان اسکے سینے میں مشغول رہیں، اس لئے کہ اس زمانے میں مشین کا رواج تو تھا نہیں ہاتھ سے سلائی ہوتی تھی چنانچہ جب وہ سل کر تیار ہو گیا تو عید کی رات وہ اچکن حضرت والا کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ کے لئے

یہ اچکن تیار کیا ہے میرا دل چاہ رہا ہے کہ آپ اس کو پہن کر عید گاہ جائیں اور عید کی نماز پڑھیں۔ اب کہاں حضرت والا کا مزاج اور کہاں وہ شوخ اچکن وہ تو حضرت والا کے مزاج کے بالکل خلاف تھا لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ اگر میں پہننے سے انکار کروں تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ انہوں نے تو پورا رمضان اس کے سینے میں محنت کی اور محبت سے محنت کی اس لئے آپ نے ان کا دل رکھنے کے لئے فرمایا کہ تم نے تو یہ ماشاءاللہ بڑا اچھا اچکن بنایا ہے۔ پھر آپ نے وہ اچکن پہنا اور عید گاہ میں پہنچے اور نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت آپ نے یہ جو اچکن پہنا ہے یہ آپ کو زیب نہیں دیتا، اس لئے کہ یہ بہت شوخ قسم کا اچکن ہے حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بھائی! تم بات تو ٹھیک کہہ رہے ہو اور یہ کہہ کر پھر آپ نے وہ اچکن اتارا اور اسی شخص کو دے دیا کہ یہ تمہیں ہدیہ ہے اس کو تم پہن لو۔

دوسرے کا دل خوش کرنا!

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی نے یہ واقعہ میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالی کو سنایا کہ جس وقت میں یہ اچکن پہن کر عید گاہ کی طرف جا رہا تھا تو کچھ نہ پوچھو کہ اس وقت میرا دل کتنا کٹ رہا تھا اسلیئے کہ ساری عمر اس قسم کا شوخ لباس کبھی نہیں پہنا لیکن دل میں اس وقت یہ نیت تھی کہ جس اللہ کی بندی نے محنت کے ساتھ اس کو سیا ہے اس کا دل خوش ہو جائے تو اس کا دل خوش کرنے کے لئے اپنے اوپر یہ مشقت برداشت کر لی اور اس کے پہننے پر طعنے بھی سہے اسلیئے کہ لوگوں نے اس کے پہننے پر طعنے بھی دیئے کہ کیسا لباس پہن کر آ گئے لیکن گھر والوں کا دل خوش کرنے کے لئے یہ کام کر لیا۔

بہر حال! انسان اچھے سے اچھا لباس اپنا دل خوش کرنے کیلئے پہنے اپنے گھر والوں کا دل خوش کرنے کے لئے پہنے اور کسی ہدیہ اور تحفہ دینے والے کا دل خوش کرنے ے لئے پہنے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اچھا لباس اس مقصد کے لئے پہننا تا کہ لوگ مجھے بڑا سمجھیں میں فیشن ایبل نظر آؤں میں دنیا والوں کے سامنے بڑا بن جاؤں اور نمائش اور دکھاوے کے لئے پہنے تو یہ عذاب کی چیز ہے اور حرام ہے اس سے بچنا چاہئے۔

لباس کے بارے میں تیسرا اصول!

لباس کے بارے میں شریعت نے جو تیسا اصول بیان فرمایا وہ یہ ہے یعنی ایسا لباس پہننا جس کو پہن کر انسان کسی غیر مسلم قوم کا فرد نظر آئے اور اس مقصد سے وہ لباس پہنے تا کہ میں ان جیسا ہو جاؤں اس کو شریعت میں تشبہ کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ کسی غیر مسلم قوم کی نقالی کی نیت سے کوئی لباس پہننا اس سے قطع نظر کہ وہ چیز ہمیں پسند ہے یا نہیں وہ اچھی ہے یا بری لیکن چونکہ فلاں قوم کی نقالی کرنی ہے بس ان کی نقالی کے پیش نظر اس لباس کو اختیار کیا جا رہا ہے اس کو تشبہ کہا جاتا ہے اس نقالی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے بڑی سخت وعید ارشاد فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ! یعنی جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے اس کی نقالی کرے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے تو وہ انہیں میں سے ہے گویا کہ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے اسی قوم کا ایک فرد ہے اس لئے کہ یہ شخص انہی کو پسند کر رہا ہے انہی سے محبت رکھتا ہے انہی جیسا بننا چاہتا ہے تو اب اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا اللہ تعالی محفوظ فرمائے آمین۔

تشبہ کی حقیقت !

تشبہ کے بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ تشبہ کب پیدا ہوتی ہے اور کب اس کی ممانعت آتی ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی ایسے کام میں دوسری قوم کی نقالی کرنا جو فی نفسہ برا کام ہے اور شریعت کے اصول کے خلاف ہے ایسے کام میں نقالی تو حرام ہی ہے دوسرے یہ کہ وہ کام اگر چہ فی نفسہ تو برا نہیں بلکہ مباح ہے لیکن یہ شخص اس غرض سے وہ کام کر رہا ہے کہ میں ان جیسا نظر آؤں اور دیکھنے میں ان جیسا لگوں اور اہتمام کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کر رہا ہے تو اس صورت میں وہ مباح کام بھی حرام اور ناجائز ہو جاتا ہے۔

گلے میں زنار ڈالنا !

مثلاً ہندو اپنے گلے میں زنار ڈالا کرتے ہیں اب یہ زنار ایک طرح کا ہار ہی ہوتا ہے اگر کوئی مسلمان ویسے ہی اتفاقاً ڈال لے تو کوئی گناہ کا کام نہیں ہے ناجائز اور حرام کام نہیں ے بلکہ مباح ہے لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کے لئے اپنے گلے میں زنار ڈال رہا ہے تاکہ میں ان جیسا لگوں تو یہ ناجائز اور حرام ہے اور تشبہ میں داخل ہے۔

ماتھے پر قشقہ لگانا !

یا مثلاً ہندو عورتیں اپنے ماتھے پر سرخ قشقہ لگاتی ہیں اب اگر بالفرض ہندو عورتوں میں اس طرح قشقہ لگانے کا رواج نہ ہوتا اور کوئی مسلمان عورت خوبصورتی اور زینت کے لئے لگاتی تو یہ کام فی نفسہ مباح تھا کوئی ناجائز اور حرام نہیں تھا لیکن اب اگر ایک عورت قشقہ اس لئے لگا رہی ہے تاکہ میں اس کا فیشن اختیار کروں اور ان جیسی نظر آؤں تو اس صورت میں یہ قشقہ لگانا حرام ہے اور ناجائز ہے ہندوستان میں مسلمان عورتیں تو ان کی مشابہت اختیار کرنے کے لئے یہ قشقہ لگاتی ہیں لیکن اب سنا ہے کہ یہاں پاکستان میں بھی عورتوں میں قشقہ لگانے کا رواج شروع ہو گیا ہے حالانکہ یہاں ہندو عورتوں کے ساتھ معاشرت بھی نہیں ہے اس کے باوجود مسلمان خواتین اپنے ماتھے پر یہ قشقہ لگاتی ہیں تو یہ ان کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا ہے جو حرام اور ناجائز ہے لہذا کوئی عمل جو اگر چہ فی نفسہ جائز اور مباح ہو مگر اس کے ذریعہ دوسری قوموں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو اس کو تشبہ کہتے ہیں جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ ولہ وسلم نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔

پتلون پہننا !

اسی مندرجہ بالا اصول کی بنیاد پر یہ کہا جائے گا کہ جو لباس کسی بھی قوم کا شعار بن چکا ہے یعنی وہ لباس اس قوم کی امتیازی علامت بن چکا ہے اگر ان کی نقالی کی غرض سے ایسا لباس اختیار کیا جائے گا تو وہ حرام اور ناجائز ہوگا اور گناہ ہوگا۔مثلاً آج کل مردوں میں کوٹ پتلون کا رواج چل پڑا ہے اس میں بعض باتیں تو فی نفسہ بھی ناجائز ہیں چاہے اس میں تشبہ پایا جائے یا نہ پایا جائے چنانچہ ایک خرابی تو یہ ہے کہ یہ پتلون ٹخنوں سے نیچے پہنی جاتی ہے اور کوئی لباس بھی مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے پہننا جائز نہیں دوسری خرابی یہ ہے کہ اگر پتلون ایسی چست ہو کہ اس کی وجہ سے اعضا نمایاں ہوں تو پھر

لباس کا جو بنیادی مقصد تھا یعنی ستر کرنا وہ حاصل نہ ہوا تو پھر وہ لباس شرعی لحاظ سے بے معنی اور بے کار ہے لہذا ان دو خرابیوں کی وجہ سے فی نفسہ پتلون پہننا جائز نہیں لیکن اگر کوئی شخص اس بات کا اہتمام کرے کہ وہ پتلون چست نہ ہو بلکہ ڈھیلی ڈھالی ہو اور اس کا اہتمام کرے کہ وہ پتلون ٹخنوں سے نیچے نہ ہو تو ایسی پتلون پہننا فی نفسہ مباح ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص پتلون اس مقصد سے پہنے تاکہ میں انگریز نظر آؤں اور میں ان کی نقالی کروں اور ان جیسا بن جاؤں تو اس صورت میں پتلون پہننا حرام اور ناجائز ہے اور تشبہ میں داخل ہے لیکن اگر نقالی مقصود نہیں اور اور اس بات کا بھی اہتمام کر رہا ہے کہ پتلون ٹخنوں سے اونچی ہو اور ڈھیلی ہو تو ایسی صورت میں اس کے پہننے کو حرام تو نہیں کہیں گے لیکن فی نفسہ اس پتلون کا پہننا پھر بھی اچھا نہیں اور کراہت سے خالی نہیں کیوں؟ اس بات کو ذرا غور سے سمجھ لیں۔

تشبہ اور مشابہت میں فرق!

وہ یہ کہ یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک تشبہ اور ایک ہے مشابہت دونوں میں فرق ہے تشبہ کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی ارادہ کر کے نقالی کرے اور ارادہ کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کرے یہ تو بالکل ہی نائزے دوسری چیز ہے مشابہت یعنی ان جیسا بننے کا ارداہ تو نہیں کیا تھا لیکن اس عمل سے ان کے ساتھ مشابہت خود بخود پیدا ہوگئی یہ مشابہت جو خود بخود پیدا ہو جائے حرام تو نہیں لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے بلاضرورت مشابہت پیدا ہونے سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی ہے فرمایا کہ اس کی کوشش کرو کہ ان سے امتیاز رہے مسلمان قوم اور مسلمان ملت کا ایک امتیاز ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ دیکھ کر پتہ نہ چلے کہ یہ آدمی مسلمان ہے یا نہیں سر سے لے کر پاؤں تک اپنا ہلیا ایسا بنا رکھا ے کہ دیکھ کر یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ مسلمان ہے یا نہیں اس کو سلام کریں یا نہ کریں مباحات کے ذریعہ بھی ایسا حلیہ بنانا پسندیدہ نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا مشابہت سے دور رہنے کا اہتمام!

آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے مشابہت سے بچنے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ محرم کی دس تاریخ کو عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت کا کام ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسل ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابتداء میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا اور رمضان کے روزے اس وقت تک فرض نہیں ہوئے تھے اور جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی اب فرض تو نہ رہا البتہ نفل اور مستحب بن گیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ یہودی بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں اب ظاہر ہے کہ اگر مسلمان عاشورہ کے دن روزہ رکھیں تو وہ یہودیوں کی نقالی میں تو نہیں رکھیں گے وہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اتباع میں رکھیں گے لیکن حضور اقدس صلی اللہ عتالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو عاشورہ کے ساتھ ایک روزہ اور ملا کر رکھوں گا یا تو نویں تاریخ کا روزہ یا گیارہوں تاریخ کا روزہ تاکہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو بلکہ ان سے علیحدگی اور امتیار ہو جائے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶)

اب دیکھئے کہ روزے جیسی عبادت میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے مشابہت پیدا ہونے کو پسند نہیں فرمایا اس لئے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جب عاشورہ کا روزہ رکھو تو اس کے ساتھ یا تو نویں تاریخ کا روزہ ملا لو یا گیارہوں تاریخ کا روزہ ملا لو تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت بھی پیدا نہ ہو لہذا تشبہ تو حرام ہے لیکن مشابہت پیدا ہو جانا بھی کراہت سے خالی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اس سے بھی بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

مشرکین کی مخالفت کرو!

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ یعنی ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ پہننا ہے یعنی یہ مشرکین عمامے کے نیچے ٹوپیاں نہیں پہنتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو اور عمامے کے نیچے ٹوپی بھی پہنا کرو حالانکہ بغیر ٹوپی کے عمامہ پہننا کوئی ناجائز اور حرام نہیں، لیکن ذرا سی مشابہت سے بچنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ کہ عمامے کے نیچے ٹوپی پہنو تا کہ اشتباہ لازم نہ آئے لہذا بلاوجہ کسی دوسر قوم کی مشابہت اختیار کرنا اچھا نہیں آدمی اس سے جتنا بچے بہتر ہے۔اس لئے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے کہ دوسری قوموں کی مشابہت پیدا نہ ہو۔

مسلمان ایک ممتاز قوم ہے!

سوچنے کی بات ہے کہ جب اللہ تعالی نے تم کو ایک الگ قوم بنایا اور اپنے گروہ میں شامل فرما کر تمہارا نام حزب اللہ رکھا، یعنی اللہ کا گروہ ساری دنیا ایک طرف اور تم ایک طرف قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ بنیادی طور پر پوری دنیا میں دو جماعتیں ہیں چنانچہ فرمایا کہ !یعنی دو جماعتیں ہیں ایک کافر اور ایک مؤمن اس لئے مؤمن کو کبھی کافر کی جماعت کے ساتھ مخلوط نہ ہونا چاہئے اس کا امتیاز ہونا چاہئے اس کے لباس میں اس کی پوشاک میں اس کی وضع قطع میں اس کے اٹھنے بیٹھنے میں اس کے طریق ادا میں ہر چیز میں اسلامی رنگ نمایاں ہونا چاہئے اب اگر مسلمان دوسروں کا طریقہ اختیار کرلے تو اس کے نتیجے میں وہ امتیاز مٹ جائے گا۔

اب آج دیکھ لو کہ یہ جو طریقہ چل پڑا ہے کہ سب کا لباس ایک جیسا اگر تم کسی مجمع میں جاؤ گے تو یہ پتہ لگانا مشکل ہوگا کہ کون مسلمان ہے اور کون مسلمان نہیں ہے نہ لباس سے پتہ لگا سکتے ہیں نہ پوشاک سے اور نہ کسی اور انداز سے اب اس کو سلام کریں یا نہ کریں؟ اور اس سے کس قسم کی باتیں کریں؟ لہذا ان خرابیوں کے سد باب کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تشبہ سے بھی بچو اس لئے کہ وہ تو بالکل ہی حرام ہے اور مشابہت سے بھی بچو اور یہ مشابہت بھی کراہت سے خالی نہیں ہے اور پسندیدہ بھی نہیں ہے۔

یہ بے غیرتی کی بات ہے!

یہ کتنی بے غیرتی کی بات ہے کہ انسان ایک ایسی قوم کا لباس پسند کر کے اس کو اختیار کرے جس قوم نے تمہیں ہر طریقے سے غلامی کی چکی میں پیسا

تمہارے اوپر ظلم وستم توڑے تمہارے خلاف سازشیں کیں تمہیں موت کے گھاٹ اتارا ظلم وستم کا کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے جو اس نے فروگذاشت کر دیا ہو اب تم ایسی قوم کے طریقوں کو عزت اور تکریم کے ساتھ اختیار کرو یہ کتنی بے غیرتی کی بات ہے۔

انگریزوں کی تنگ نظری!

لوگ ہمیں یہ کہتے ہیں کہ آپ جو اس قسم کا لباس پہننے سے منع کرتے ہیں یہ تنگ نظری کی بات ہے اور ایسی بات کہنے والوں کو تنگ نظر کہا جاتا ہے حالانکہ جس قوم کا لباس تم اختیار کر رہے ہو اس کی تنگ نظری اور اس کی مسلمان دشمنی کا عالم یہ ہے کہ جب اس نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو ہمارے مغل مسلمان بادشاہوں کا جو لباس تھا یعنی عمامہ اور خاص شلوار قمیص اس نے وہ لباس اپنے خانساموں کو پہنایا اپنے بیروں کا پہنایا اپنے چوکیداروں کو پہنایا اور اس نے ان کو یہ لباس پہننے پر مجبور کیا ایسا کیوں کیا؟ صرف مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے لئے اور دکھانے کے لئے کہ دیکھو! ہم نے تمہارے بادشاہوں کا لباس اپنے نوکروں کو اپنے خانساموں کو اپنے بیروں کو پہنایا اس قوم کی تنگ نظری کا تو یہ عالم ہے اور ماشاءاللہ ہماری فارخی قلب کا یہ عالم ہے کہ ہم ان کا لباس بڑے فخر سے اور بڑے ذوق وشوق سے پہننے کے لئے تیار ہیں اب اگر ان سے کوئی کہے کہ یہ لباس پہننا غیرت کے خلاف ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو تنگ نظر ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تم اپنا سب کچھ بدل ڈالو لیکن!

یہ بھی خوب سمجھ لو کہ تم کتنا ہی ان کا لباس پہن لو اور کتنا ہی ان کا طریقہ اختیار کر لو مگر تم پھر بھی ان کی نگاہ میں عزت نہیں پا سکتے قرآن کریم نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ یہ یہود اور نصاری تم سے کبھی بھی راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کی ملت کو اختیار نہیں کر لو ان کے نظریات ان کے ایمان انکے دین کو اختیار نہیں کر لو گے اس وقت تک وہ تم سے راضی نہیں ہوں گے لہذا اب تم اپنا لباس بدل لو پوشاک بدل لو سراپا بدل لو جسم بدل لو جو چاہو بدل لیکن وہ تم سے راضی ہونے کو تیار نہیں۔

چنانچہ تم نے تجربہ کر لیا اور سب کچھ کر کے دیکھ لیا سب کچھ ان کی نقالی پر غنا کر کے دیکھ لیا سر سے لے کر پاؤں تک تم نے اپنے آپ کو بدل لیا کیا تم سے وہ لوگ خوش ہو گئے؟ کیا تم سے راضی ہو گئے؟ کیا تمہارے ساتھ انہوں نے ہمدردی کا برتاؤ شروع کر دیا؟ بلکہ آج بھی ان کی دشمنی کا وہی عالم ہے اور اس لباس کی وجہ سے انکے دل میں تمہاری عزت کبھی پیدا نہی ہو سکتی۔

اقبال مرحوم کا مغربی زندگی پر تبصرہ!

اقبال مرحوم نے نثر کے انداز میں تو بہت گڑ بڑ باتیں بھی کیں ہیں لیکن اشعار میں بعض اوقات بڑی حکمت کی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ مغربی لباس اور مغربی طرز زندگی وغیرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ یعنی مغربی ممالک کے اندر جو قوت نظر آ رہی ہے وہ اس چنگ ورباب کی وجہ سے نہیں موسیقی اور گانونکی وجہ سے نہیں اور لڑکیوں کے بے پردہ ہونے اور ان کے ناچنے گانے کی وجہ سے بھی نہیں ہے اور یہ ترقی اس وجہ سے نہیں ہے کہ

ان کی عورتوں نے سر کے بال کاٹ کر پٹھے بنا لئے اور نہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنی پنڈلیاں ننگی کر لیں آگے کہتے ہیں کہ یعنی جو کچھ قوت ہے وہ ان کی محنت کی وجہ سے ہے علم و ہنر کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے ترقی کر رہے ہیں پھر آخر میں کہا ہے کہ! یعنی حکمت اور ہنر کسی خاص قسم کا لباس پہننے سے حاصل نہی ہوتا اور عمامہ پہننے سے علم وہ ہنر خاص ہونے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی بہر حال! اصل چیز جو خاص کرنے کی تھی وہ تو حاصل کی نہیں اور لباس و پوشاک اور طریق زندگی میں ان کی نقل اتار کر ان کے آگے بھی اپنے آپ کو ذلیل کر لیا دنیا سے عزت وہی کراتا ہے جس کو اپنے طریق زندگی سے عزت ہو اگر دل میں اپنی عزت نہیں اپنے طریقے کی عزت نہیں تو پھر وہ دنیا سے کیا عزت کرائے گا۔لہذا تمہارا یہ انداز اور یہ طریقہ ان کو کبھی پسند نہیں آئے گا چاہے تم ان کے طریقوں میں غرق ہو کر اور ڈوب کر دیکھ لو اور اپنے آپ کو پوری طرح بدل کر دیکھ لو۔

تشبہ اور مشابہت دونوں سے بچو!

بہر حال! فتوی کی بات وہ وہ ہے جو میں پہلے عرض کی کہ تشبہ تو ناجائز حرام اور گنا ہے اور تشبہ کا مطلب یہ ے کہ ارداہ کر کے ان جسیا بننے کی کوشش کرنا اور مشابہت کے معنی یہ ہیں کہ ان جیسا بننے کا ارادہ تو نہیں تھا لیکن کچھ مشابہت پیدا ہو گئی۔ یہ گناہ اور حرام تو نہیں ہے البتہ کراہت سے خالی نہیں اور غیرت کے تو بالکل خلاف ہے اس لئے ان دونوں سے بچنے کی ضرورت ہے یہ لباس کا تیسرا اصول تھا۔

لباس کے بارے میں چوتھا اصول!

لباس کے بارے میں چوتھا اصول یہ ہے کہ ایسا لباس پہننا حرام ہے جس کو پہن کر دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہو جائے چاہے وہ لباس ٹاٹ ہی کا کیوں نہ ہو مثلا اگر کوئی ایک شخص ٹاٹ کا لباس پہنے اور مقصد یہ ہو کہ یہ پہن کر میں لوگوں کی نظروں میں بڑا درویش اور صوفی نظر آؤں اور بڑا متقی اور پرہیزگار بن جاؤں اور پھر اس کی وجہ سے دوسروں پر اپنی بڑائی کا خیال دل میں آجائے اور دوسروں کی تحقیر پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ ٹاٹ کا لباس بھی تکبر کا ذریعہ اور سبب ہے اس لئے وہ بھی حرام ہے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تکبر کپڑے پہننے سے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی حقارت دل میں لانے سے ہوتا ہے اس لئے بعض اوقات ایک شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا تواضع والا لباس پہن رہا ہوں حقیقت میں اس کے اندر تکبر بھرا ہوتا ہے۔

ٹخنے چھپانا جائز نہیں!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر کے ساتھ نیچے گھسیٹے تو اللہ تعالی قیامت کے روز اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا بھی نہیں۔

دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی زیر جامہ کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ حصہ جہنم میں جائے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے پاجامہ شلوار پتلون لنگی وغیرہ پہننا جائز نہیں اور اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے دو وعیدیں

بیان فرمائیں ایک یہ کہ ٹخنوں سے نیچے جتنا حصہ ہوگا وہ جہنم میں جائے گا اور دوسرے یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا بھی نہیں۔ اب دیکھئے کہ ٹخنوں سے اوپر شلوار پہننا ایک معمولی بات ہے اگر ایک انچ اوپر شلوار پہن لی تو اس سے کیا آفت اور مصیبت آجائے گی ؟ کونسا آسمان ٹوٹ پڑے گا ؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت حاصل ہوگی اور ایسا گناہ بے لذت ہے کہ جس میں پوری کی پوری قوم مبتلا ہے کسی کو فکر ہی نہیں۔

ٹخنے چھپانا تکبر کی علامت ہے !

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا زمانہ جاہلیت کا زمانہ تھا اس میں ٹخنے ڈھکنے اور ازار کو نیچے تک پہننے کا بڑا فیشن اور رواج تھا بلکہ اگر ازار زمین پر بھی گھسٹتا جائے تو اس کو اور اچھا اور قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ مدارس کے درس نظامی میں ایک کتاب ''حماسہ'' پڑھائی جاتی ہے جو جاہلیت کے شاعروں کے اشعار پر مشتمل ہے اس کتاب میں ایک شاعر اپنے حالات پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب میں صبح کے وقت شراب کے چار جام چڑھا کر نکلتا ہوں تو میرا ازار زمین پر لکیریں بناتا ہوا جاتا ہے اب وہ اپنے اس طرز عمل کو اپنا قابل فخر کارنامہ بتا رہا ہے لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جس طرح جاہلیت کے اور طریقوں کو ختم فرمایا اسی طرح اس طریقے کو بھی ختم فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اس عمل کے ذریعہ دل میں تکبر اور رعونت پیدا ہوتی ہے لہذا ازار ٹخنوں سے اوپر ہونا چاہئے۔

اس سے اس پروپیگنڈا کا بھی جواب ہوگیا جو آج کل بہت پھیلایا جا رہا ہے اور بہت سے لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وہ طریقے اختیار کر لئے ہیں جو آپ کے زمانے میں رائج تھے اور جیسا لباس قریش میں رائج تھا جیسی وضع قطع رائج تھی اسی کو اختیار کر لیا اب اگر آج ہم اپنے دور کے رائج شدہ طریقے اختیار کر لیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کبھی بھی اپنے زمانے میں رائج طریقوں کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ ان میں تبدیلی پیدا کی اور ان کو ناجائز قرار دیا آج لوگ نہ صرف یہ کہ غلط کاری میں مبتلا ہیں بلکہ بعض اوقات بحث کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ اگر ازار ٹخنوں سے نیچے ہوگیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ ارے حرج یہ ہے کہ یہ حصہ جہنم میں جائیگا اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہے۔

انگریز کے کہنے پر گھٹنے بھی کھول دیئے !

ہمارے بزرگ تھے حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ وہ ایک تقریر میں فرمانے لگے کہ اب ہمارا یہ حال ہوگیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ٹخنے کھول دو اور ٹخنے ڈھکنا جائز نہیں تو اس وقت ہم لوگ ٹخنے کھولنے کو تیار نہیں تھے اور جب انگریز نے کہا کہ گھٹنہ کھول دو اور نیکر پہن لو تو اب گھٹنہ کھلوانے کو تیار ہو گئے۔ انگریز کے حکم پر گھٹنہ بھی کھول دیا اور نیکر پہن لی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حکم پر ٹخنے کھولنے پر تیار نہیں یہ کتنی بے غیرتی کی بات ہے ارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محبت کے بھی کچھ تقاضے ہیں لہذا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرمایا تو ایک مسلمان کو کس طرح یہ گوارا ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے خلاف کرے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ!

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ میں نے آپ کو پہلے بھی سنایا تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ کفار مکہ سے مذاکرات کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو آپ کے چچازاد بھائی نے جو آپ کے ساتھ تھے کہا کہ یہ آپ کے ازار ٹخنوں سے اونچا ہے اور مکہ کے جن رؤساء اور سرداروں سے آپ مذاکرات کے لئے جارہے ہیں وہ لوگ ایسے آدمی کو حقیر سمجھتے ہیں جسکا ازار ٹخنوں سے اونچا ہو اس لئے آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنا ٹخنہ ڈھک لیں اور ازار کو نیچے کرلیں تاکہ وہ لوگ آپ کو حقیر نہ سمجھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب میں فرمایا! نہیں یہ کام میں نہیں کرسکتا اس لئے کہ میرے آقا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا ازار ایسا ہی ہوتا ہے اب چاہے وہ لوگ حقیر سمجھیں یا ذلیل سمجھیں اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں بس میرے حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا طریقہ یہ ہے اور میں تو اسی کو اختیار کروں گا پھر انہوں نے ہی دنیا سے اپنی عزت کرائی ۔آج ہم اس مصیبت میں مبتلا ہیں کہ ڈر رہے ہیں ، جھجک رہے ہیں شرمارہے ہیں کہ اگر ازار ٹخنوں سے اونچا کرلیا تو قاعدے کے خلاف ہو جائے گا وقار کے خلاف ہو جائے گا فیشن کے خلاف ہو جائے گا خدا کے لئے یہ خیالات دل سے نکال دو اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اتباع سنت کا جذبہ دل میں پیدا کرو۔

اگر دل میں تکبر نہ ہو تو کیا اس کی اجازت ہوگی؟

بعض لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے تکبر کی وجہ سے ٹخنے سے نیچے ازار پہننے کو منع فرمایا تھا لہذا اگر تکبر نہ ہو تو پھر ٹخنوں سے نیچے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم آپ نے تو فرمایا کہ ازار کو ٹخنے سے نیچے نہ کرو لیکن میرا ازار بار بار ٹخنے سے نیچے ڈھلک جاتا ہے میرے لئے اوپر رکھنا مشکل ہوتا ہے میں کیا کروں؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی عیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ازار جو نیچے ڈھلک جاتا ہے یہ تکبر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تمہارے عذر اور مجبوری کی وجہ سے ڈھلک جاتا ہے اس لئے تم ان میں داخل نہیں۔

اب لوگ استدلال میں اس واقعہ کو پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی تکبر کی وجہ سے نہیں کرتے لہذا ہمارے لئے جائز ہونا چاہئے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ تم تکبر کی وجہ سے کرتے ہو یا تکبر کی وجہ سے نہیں؟ ارے بھائی! یہ تو دیکھو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے زیادہ تکبر سے پاک کون ہوسکتا ہے؟ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے کبھی زندگی بھر ٹخنوں سے نیچے ازار نہیں پہنا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو جو اجازت دی گئی تھی وہ ایک مجبوری کی وجہ سے اجازت دی گئی تھی۔ وہ مجبوری یہ تھی کہ ان کے جسم کی بناوٹ ایسی تھی کہ بار بار ان کا ازار خود بخود نیچے ڈھلک جاتا تھا لیکن تمہارے ساتھ کیا مجبوری ہے؟ اور آج تک آپ نے کوئی ایسا متکبر دیکھا ہے جو یہ کہے کہ میں تکبر کرتا ہو میں متکبر ہوں اس لئے کہ کسی متکبر کو کبھی خود سے اپنے متکبر ہونے کا خیال نہیں آتا اس لئے شریعت نے علامتوں کی بنیاد پر احکام جاری کئے ہیں یہ نہیں کہا کہ تکبر ہو تو ازار کو اونچا رکھو ورنہ نیچے کرلیا کرو بلکہ شریعت نے بتا دیا کہ جب ازار کو نیچے لٹکا رہے ہو باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اس

سے منع فرمادیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمہارے اندر تکبر ہے اس لئے ہر حالت میں ازار نیچے لٹکانا ناجائز ہے۔
(ازار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اوپر سے نیچے کی جانب لٹکے)

علماء محققین کا صحیح قول!

اگر چہ بعض فقہاء نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تکبر کی وجہ سے نیچے کرے تو مکروہ تحریمی ہے اور تکبر کے بغیر کرے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن علماء محققین کا صحیح قول یہ ہے اور جس پر ان کا عمل بھی رہا ہے کہ ہر حالت میں نیچے کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ تکبر کا پتہ لگانا آسان نہیں ہے کہ تکبر کہاں ہے اور کہاں نہیں اس لئے اس سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ آدمی ٹخنے سے اونچا ازار پہنے اور تکبر کی جڑ ہی ختم کردے اللہ تعالی اپنے فضل اور رحمت سے ان اصولوں پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔ بہر حال! لباس کے یہ چار اصول ہیں

- ☆ پہلا اصول یہ ہے کہ وہ ساتر ہونا چاہئے
- ☆ دوسرا اصول یہ ہے کہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے اس کے ذریعہ زینت بھی حاصل کرنی چاہے
- ☆ تیسرا اصول یہ ہے کہ اس کے ذریعہ نمائش اور دکھاوا مقصود نہ ہو
- ☆ چوتھا اصول یہ ہے کہ اس کے پہننے سے دل میں تکبر پیدا نہ ہو

اب آگے لباس سے متعلق جو احادیث حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے منقول ہیں وہ پڑھ لیتے ہیں۔

سفید رنگ کے کپڑے پسندیدہ ہیں!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سفید رنگ کے کپڑے پہنو اس لئے کہ مَردوں کے لئے سب سے اچھے کپڑے سفید رنگ کے ہیں اور اپنے مُردوں کو بھی سفید کفن دو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے مَردوں کے لئے سفید رنگ کے کپڑوں کو پسند فرمایا ہے اگر چہ دوسرے رنگ کے کپڑے پہننا ناجائز نہیں حرام نہیں۔ چنانچہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے بعض اوقات دوسرے رنگ کے کپڑے زیب تن فرمائے لیکن زیادہ تر آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سفید کپڑے زیب تن فرماتے تھے لہذا اگر مرد اس نیت سے سفید کپڑے پہنے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا عام معمول سفید کپڑے پہننے کا تھا اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو سفید کپڑے پسند تھے تو اس نیت کی وجہ سے انشاء اللہ اتباع سنت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ ہاں اگر کبھی دوسرے رنگ کا کپڑا پہن لیا تو وہ بھی بعض شرائط کے ساتھ مردوں کے لئے جائز ہے کوئی ناجائز نہیں چنانچہ اگلی حدیث ہے!

حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا سرخ دھاری دار کپڑے پہننا!

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم درمیانہ قد کے تھے اور میں نے آپ کو ایک مرتبہ سرخ جوڑے میں دیکھا اور میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اس کائنات میں کوئی نہیں دیکھا۔
بلکہ ایک صحابی حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چودھویں کا چاند چمک رہا تھا، چاندنی رات تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سرخ جوڑا پہنے تشریف فرماتے تھے تو اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اتنے حسین لگ رہے تھے کہ میں بار بار کبھی چودھویں کے چاند کو دیکھتا اور کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتا آخر میں یہ فیصلہ کیا کہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حسن و جمال چودھویں کے چاند سے کہیں زیادہ تھا تو ان احادیث سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سرخ جوڑا پہننا ثابت ہے۔

خالص سرخ مرد کے لئے جائز نہیں!

لیکن یہ بات سمجھ لیجئے کہ سرخ جوڑے سے مراد یہ نہیں ہے کہ پورا سرخ تھا بلکہ علماء کرام نے دوسری روایات کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانے میں یمن سے کچھ چادریں آیا کرتی تھیں ان چادروں پر سرخ رنگ کی دھاریاں ہوا کرتی تھیں پوری سرخ نہیں ہوتی تھیں اور وہ بہت اچھا کپڑا سمجھا جاتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسی سرخ دھاریوں والے کپڑے کا جوڑا پہنا ہوا تھا۔

اور یہ جوڑا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس لئے پہنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی امت کو پتہ چل جائے کہ اس قسم کے کپڑے پہننا جائز ہے کوئی گناہ نہیں۔ البتہ بالکل خالص سرخ کپڑا پہننا مرد کے لئے جائز نہیں اسی طرح ایسے کپڑے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے ہیں ایسے کپڑے پہننا بھی مردوں کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہو جائے گا اور یہ تشبہ بھی ناجائز ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سبز کپڑے پہننا!

حضرت رفاعہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سبز رنگ کے کپڑے بھی پہنے ہیں تو کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دوسرے رنگوں کے کپڑے پہن کر یہ بتا دیا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے کوئی گناہ نہیں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پسندیدہ کپڑا سفید ہی تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عمامے کے رنگ!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر پر کالے رنگ کا عمامہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کالے عمامہ پہننا ثابت ہے اور بعض روایات سے سفید عمامہ پہننے کا بھی اشارہ ملتا ہے۔

آستین کہاں تک ہونی چاہیئے !

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی قمیص کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی ۔اس لئے مردوں کے لئے تو سنت یہ کہ ان کی آستین گٹوں تک ہو اگر اس سے کم ہوگی تو سنت ادا نہیں ہوگی اگر چہ جائز ہے لیکن عورتوں کے لئے گٹوں سے اوپر کا تو حصہ کھلا رکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں حرام ہے کیونکہ ان کے لئے نیچے سے پوری کلائی ستر میں داخل ہے اس کا کھولنا کسی بھی حال میں جائز نہیں ۔

آج کل یہ فیشن بھی عورتوں میں چل پڑا ہے کہ قمیص کی آستین آدھی ہوتی ہے اور بسا اوقات پورے بازو کھلے ہوتے ہیں ۔حالانکہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اپنی سالی حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کو بلا کر فرمایا کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ کھلا نہ رہنا چاہیئے سوائے گٹوں تک ہاتھوں کے اور چہرے کے ۔لہذا اگر آستین چھوٹی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ستر کا حصہ کھلا ہوا ہے اور اس طرح خواتین ستر کھولنے کے گناہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں اس لئے انہیں اس سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیئے ۔اور مردوں کو بھی چاہیئے کہ وہ خواتین کو ان باتوں پر متنبہ کرتے رہیں یہ جو ہم نے کہنا سننا چھوڑ دیا ہے اس کے نتیجے میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں اللہ تعالی ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

http://www.nazmay.com